

ماحول پر قابو کس طرح حاصل کیا جائے؟

تحریر: سید عبدالکلیم ایم اے (عثمانیہ) دو حہ قطر (قسط نمبر ۲ - آخری)

..... صاف بات ہے کہ گناہوں پر قدرت ہونے کے باوجود ان سے رک جانا یا صبر کرنا بہت دشوار ہوتا ہے! عیش و آرام سے انسان کا جسم فریہ ہونے لگتا ہے، عیش و آرام کے بغیر اس کو صبر نہیں آتا اور دوامِ عیش اسی وقت ممکن ہے جب اسکے حصول میں وہ لوگوں سے مدد چاہے اور ظالموں سے التجا کرے اور یہ امور نفاق، کذب، ریا، بغض، دشمنی کا سبب ہو جاتے ہیں اور ان سے تمام روحانی مہلکت پیدا ہوتے ہیں، قلب کے سارے امراض جنم لیتے ہیں، اسی لیے الصادق المصدوق علیہ السلام نے فرمایا: (حب الدنيا رأس كل خطيئة) ”دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے“۔ جب انسان نعمت و عافیت کی حالت میں ہوتا ہے تو وہ عموماً حق تعالیٰ کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے۔ از دیاد دولت کی تدبیریں، اپنے چچاؤ کا خیال، مال کی حفاظت کا بند و بست، اس کے خرچ کرنے کا انتظام، یہ تمام امور اس کے قلب پر بجوم کرتے ہیں۔ اور یہ سب اس کے دل کو سیاہ کرتے اور حق تعالیٰ کی یاد سے غافل کرتے ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے ﴿الهاکم التکاثر ۵ حتی زرتکم المقابیر﴾ (التکاثر: ۱-۲) ترجمہ: ”لوگو! تم کو (مال اور اولاد کے) زیادہ ہونے (کی خواہش) نے اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کر دیا، یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پہنچے“۔ اسی لیے عیش سے بچنے کی ہدایت فرمائی گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذؓ سے فرمایا: ”تم تنعم سے بچو، کیونکہ اللہ کے بندے عیش کر نیوالے نہیں ہوتے“۔

سچ ہے کہ نعمت کا فتنہ مصیبت کے فتنہ سے بہت زیادہ سخت ہوتا ہے اور نعمت و مصیبت ہر دو ہمارے لیے ابتلاء و آزمائش ہیں۔ اسی حقیقت کو قرآن حکیم میں حق تعالیٰ اس طرح ادا فرما رہے ہیں: ﴿و قطعناہم فی الأرض أماً منہم الصالحون و منہم دون ذلك و بلونہم بالحسنات و السيئات لعلہم یرجعون﴾ یعنی: ”ہم نے دنیا میں ان کی مختلف جماعتیں کر دیں، ان میں سے بعض نیک تھے اور بعض اور طرح کے اور ہم ان کو خوش حالیوں اور بد حالیوں سے آزماتے رہے کہ شاید باز آجائیں“۔ (الاعراف: ۱۶۸)

﴿و نبلوکم بالشر و الخیر فتنۃ و لینا ترجعون﴾ (الانبیاء: ۳۵)

ترجمہ: ”اور ہم تم کو بری، بھلی حالتوں سے اچھی طرح آزماتے ہیں اور تم سب کو ہمارے ہی پاس آتا ہے“۔

نعمت و عافیت کی حالت میں مردِ مومن مشکور ہوتا ہے، یہی اس حالت کا ادب ہے۔

رسول اللہؐ نے فرمایا: (المؤمن مشکور عند الرخاء) یعنی: مومن خوشحالی میں حق تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے۔“

دل وزبان و اعضاء کے شکر ہی سے نعمتیں سلب و نقصان سے محفوظ ہوتی ہیں اور ان میں اضافہ ہوتا ہے۔

﴿لئن شکرتم لازیدنکم﴾ (ابراہیم: ۷) ”اگر تم شکر کرو تو یقیناً ہم نعمتوں میں اضافہ کرتے ہیں“۔

خوب سمجھ لو کہ اجابت دعا، رزق و غنا، توبہ و مغفرت کا انحصار اپنی مرضی پر رکھا، چاہا تو دیا، چاہا تو نہ دیا،

لیکن شکر کے معاوضہ میں زیادتی نعمت بلا تحلف ہے اسی لئے نبی محترم ﷺ نے فرمایا:

(من نزلت الیہ نعمة فلیشکرھا) ترجمہ: ”جس کو نعمت ملے وہ اس کا شکر ادا کرے“۔

نیز (فلیکثر الدعاء عند الرخاء) چین و آسائش کی حالت میں زیادہ دعا کرتے رہو، زندگی کے تجربے،

حادثے، تعمیر و تحول، ہماری آزمائش، ہماری سیرت کی تعمیر و تکمیل، ہماری صلاحیتوں کو بیدار کرنے، بالقویٰ کو بالفعل

کرنے ہی کی غرض سے رونما ہو رہے ہیں، ان کی دو قسمیں ہیں:

(۱) ملائم (۲) ناملائم اور انسان کے نفس کی بھی دو حالتیں ہیں۔ تیسری حالت نہیں۔ ایک عافیت۔ دوسری بلا۔

ناملائم یا دردناک حادثات کا ورود اس لیے ہوتا ہے کہ کج روی سے باز آجائیں، شہوتوں کے اتباع سے رک

جائیں اور سیرت کی اصلاح کر لیں! سوہانِ قضاء ہمارے پیکر خاکی کو پختہ و ہموار بناتا ہے اس کی کمی و خامی کو غم و الم کے

انگاہ سے دور کرتا ہے بقول اقبال ۷۔ جمانِ ماکہ جز انگارہ نیست اسیر انقلاب صبح و شام است

زسوہانِ قضاء ہموار گردو ہنوز ایں پیکر گلِ ناتمام است

نفس کی اس حالت کو بلا و مصیبت کی حالت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ملائم یا نعمت و عافیت کے حالات سے

بھی ہماری آزمائش ہوتی ہے، اگر ہم ان حالات میں یادِ حق سے غافل نہ ہو جائیں..... اپنا رخ حق تعالیٰ ہی کی طرف

رکھیں، ان کی نعمتوں کو ان کی مرضی کے مطابق استعمال کریں تو ہم حق تعالیٰ کی رحمت و رأفت، لطف و منت کے

دریائے سیراب ہوتے ہیں، ہم پر ان کی نعمت و ناز و محبت کے دروازے کھل جاتے ہیں، ظاہر و باطن کی نعمتیں ہم پر

تمام کر دی جاتی ہیں اور حق تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے ہماری پرورش و پر داخت کرتے ہیں اور یہ حالت موت کے

وقت تک باقی رہتی ہے اور موت کے بعد وہ اپنے فضل و کرم سے ایسی نعمت عطا کرتے ہیں جس کو کسی آنکھ نے دیکھا

نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی کے دل پر اس کا خطرہ گزرے۔ (السجدة: ۷: ۱)

ناملائم یا دردناک واقعات و حادثات پر غالب آنے کا طریقہ تعطل، عجز، کسل، جبن، ہزدلی، ماتم و سینہ کوئی

نہیں، نہ مزاحمت و مقابلہ، سرکشی، سب و شتم ہی ہے، جیسا کہ اوپر وضاحت کی گئی، ان حادثات کے سبق ہدایت سے

مستفید ہونا، صبر و استقامت، حکمت و عطفندی سے اپنی سیرت و اخلاق میں تعمیر پیدا کرنا ہے! ہم میں سے اکثر کے

لیے اس امر کا اعتراف سخت مشکل ہے کہ ہماری زندگی میں جو کچھ بھی درد و غم، کرب و الم کی صورت میں وقوع پذیر

ہو رہا ہے، اس کی اصلی علت خود ہمارے نفس میں پوشیدہ سرگرم عمل ہوتی ہے۔ یہ ہمارے ہاتھوں کی کمائی ہے اور اپنے منہ کی مانگ..... مگر ہم الزام زندگی پر رکھتے ہیں، حق تعالیٰ پر تہمت لگاتے ہیں یا اپنے ہم جنسوں کو متہم ٹھہراتے ہیں اور اس سبق کو سیکھنے سے انکار کرتے ہیں جو حادثات و المناک واقعات کے ذریعہ حق تعالیٰ کی لامتناہی حکمت ہمیں سکھانا چاہتی ہے۔ ہم ٹوٹے ہوئے دل لے کر چیخ اٹھتے ہیں کہ ”لوگو! دیکھو میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جا رہا ہے۔ ایک مصیبت ختم نہیں ہونے پاتی کہ دوسری اس سے زیادہ آفت مجھ پر نازل ہوتی ہے! لیکن سچ بات تو یہ ہے کہ ہمارے روحانی ارتقاء کے لیے جن حالات کی ضرورت ہے ہم خود انہیں اپنی طرف جذب کرتے ہیں۔ ان تمام بلاؤں اور آفتوں کا باعث خود ہم ہیں، نبی اکرم ﷺ کے جامع و مانع الفاظ میں ہماری (ہوی متبع و شح مطاع) یعنی: ”خواہشاتِ نفس جن کا اتباع کیا گیا اور وہ مرضِ جس کی پیروی کی گئی ہے“۔

جب ہماری آنکھوں سے غفلت کا پردہ اٹھ جاتا ہے اور ہماری سمجھ میں آجاتا ہے کہ زندگی میں کامل انصاف ہے تو پھر ہم چیخ اٹھتے ہیں ﴿ان الله لا يظلم الناس شيئاً ولكن الناس أنفسهم يظلمون﴾ (یونس: ۴۴) ترجمہ: ”بے شک حق تعالیٰ لوگوں پر ظلم نہیں کرتے لیکن لوگ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں“۔ اب ہم اپنا رخ حق تعالیٰ کی طرف کر لیتے ہیں، حق تعالیٰ کی مخالفت ترک کر دیتے ہیں۔ ان کے قائم کردہ حدود سے تجاوز نہیں کرتے، ان کے قوانین کی پابندی کرنے لگتے ہیں، اسی میں ہماری عظیم الشان کامیابی ہے۔

ماحول پر غلبہ

ماحول پر غالب آنے کا بس یہی طریقہ ہے کہ ہم اپنے قلب کا جائزہ لیں اور خارجی مشکلات و آفات کے اسباب و علل کی تلاش ”نفس“ میں کریں۔ اگر ہم ہی دیکھیں کہ حق تعالیٰ کی محبت سے ہمارا قلب عاری و خالی ہے۔ دنیوی لذتوں اور شہوتوں سے مملو ہے، اس کے کروفر پر گرویدہ ہے، اس کے رنگ و بو پر فدا ہے، اس کے ”خندہ گریہ آمیز“ پر قربان ہے تو ہمیں اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہنا چاہیے: ﴿فلا تغرنكم الحياة الدنيا ولا يغرنكم بالله الغرور﴾ (سورۃ لقمان: ۳۳۔ سورۃ فاطر: ۵)

یعنی ”سو تم کو دنیوی زندگی دھوکہ میں نہ ڈالے اور تم کو دھوکہ باز شیطان اللہ سے دھوکہ میں نہ ڈالے“۔ اور ”نفس“ کے تغیر کی طرف فوراً متوجہ ہونا چاہیے اور اس وقت کے انتظار میں نہ رہنا چاہیے، جب آفات کا نزول ہونے لگے اور ہمیں مجبوراً ایسا کرنا پڑے۔ عموماً یہ ہوتا ہے کہ ہماری سیہ کاری کی وجہ سے ہمارے قلب کی محبوب ترین چیز ہم سے چھین لی جاتی ہے اور اس وقت ہم شدتِ حزن و فرطِ غم سے ہر چیز سے ٹوٹ کر حق تعالیٰ کے

سامنے گزرتے ہیں۔

دعا اے اللہ! تو میری بات کو سنتا ہے اور میری جگہ کو دیکھتا ہے اور میرے پوشیدہ اور ظاہر کو جانتا ہے! تجھ سے میری کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی۔ میں مصیبت زدہ ہوں، محتاج ہوں، فریادی ہوں، پناہ جو ہوں، ترساں ہوں، ہراساں ہوں، اپنے گناہوں کا اقرار کرنے والا ہوں، اعتراف کرنے والا ہوں، تیرے آگے سوال کرتا ہوں جیسے بے کس سوال کرتے ہیں، تیرے آگے گزرتا ہوں جیسے گناہ گار ذلیل و خوار گزرتا ہے اور تجھ سے طلب کرتا ہوں۔ جیسے خوفزدہ، آفت رسیدہ طلب کرتا ہے اور جیسے وہ شخص طلب کرتا ہے جس کی گردن تیرے سامنے جھکی ہوئی ہو اور اس کے آنسو بہہ رہے ہوں اور تن بدن سے وہ تیرے آگے فرو تتی کیے ہوئے ہو اور اپنی ناک تیرے سامنے رگڑ رہا ہو۔

اے اللہ! تو مجھے اپنے سے دعا مانگنے میں ناکام نہ رکھ اور میرے حق میں بڑا مہربان نہایت رحیم ہو جا! اے سب مانگے جانے والوں سے بہتر! اے سب دینے والوں سے بہتر! (کنز العمال عن ابن عباس و عبد اللہ بن جعفر) بلا کے نزول کے بعد ہم وہی کرتے ہیں جو نزول سے پہلے بھی رضاور غیبت کے ساتھ کر سکتے تھے۔ غم و الم کے انگارہ سے جھلنے سے پہلے اگر ہماری عبدیت کی یہی کیفیت ہوتی تو ہم پر یہ عذاب ہی نازل نہ ہوتا۔ اللہ فرماتے ہیں: ﴿مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا﴾ (نساء: ۱۳) ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ تم کو عذاب دے کر کیا کریگا اگر تم شکر کرو اور ایمان لے آؤ اور اللہ تعالیٰ بڑی قدر کرنے والا اور خوب جاننے والا ہے۔“

عذاب یاد دہناک تجربوں اور مصیبتوں سے بچنے کا واحد طریقہ ”ایمان و شکر“ ہے۔ عقیدہ و عمل ہے۔ ایمان باللہ و عمل صالح ہے یعنی ”نفس“ کا تغیر ہے۔ نقطہء نظر کا بدلنا ہے۔ سیرت کی اصلاح ہے اور تقویٰ کا پیدا کرنا ہے۔ حق تعالیٰ کا دامن پکڑنا ہے۔ ہم خود اپنے ہاتھوں اپنی عافیت کے خرمن میں آگ لگاتے ہیں..... ہم خود اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں..... ہم خود اپنی جانوں کے دشمن ہیں۔ ہمارے سوا ہمارا کوئی دشمن نہیں۔

اسی لئے حق تعالیٰ نے جو ہمارے مولیٰ ہیں اور سب سے زیادہ خیر خواہ ہیں ہم سبھوں کو، انگوں اور پچھلوں کو ایک ہی وصیت فرمائی ہے اور وہ یہی ہے کہ ہم تقویٰ کی زندگی بسر کریں۔

﴿وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنْ اتَّقُوا اللَّهَ﴾ (نساء: ۱۳۱)

”واقعی ہم نے ان لوگوں کو بھی حکم دیا جن کو تم سے پہلے کتاب ملی تھی اور تم کو بھی۔ کہ اللہ تعالیٰ کے

حکم کی اطاعت کرو اور اس کی مخالفت سے بچو یعنی تقویٰ کی زندگی اختیار کرو۔“